

ڈاکٹر سپینہ اویس

لیکچرر شعبہ اردو

گورنمنٹ کالج خواتین یونیورسٹی، سیالکوٹ

اختر جمال کی افسانہ نگاری

The word Afsana in Urdu literature has extensive meaning. It has unique analytic principles which depict the era. Afsana was started in America in 19th century. Munshie Pream Chand supposed to be "Short Story" writer who has realistic another unique and famous name in short story writing is "Akhtar Jamal". She has unique techniques and themes. Her short stories gave ethics, moral lesson to the readers but on the other hand her characters has psychological limit and scary too. Her short stories mostly depict urban and official life alongwith disappointment, monologue, surrealistic and artistic skills which depict her era. This article shows the different aspects and elements of her Afsana nigari.

جیہ اردو کی اصنافِ سخن میں مختصر افسانہ قلمبند ہے۔ افسانہ کی صنف میں ابتدا سے حال تک نئے تجربات ہوتے رہے اور نئی جہتیں منظر عام پر آتی رہیں۔ اگرچہ افسانہ معاشرتی تفہیم کا مؤثر ذریعہ ہے۔ اس ہمہ گیر صنف کا رشتہ نہ کی سے مضبوط ہے۔ اس نے اپنی منفرد خصوصیت رکھی۔ بہت جلد قبول عام کی سند حاصل کی۔ نہ کی کے حقائق اور متنوع واقعات نے اسے نفاذ کی کی۔ افسانہ نگار اپنے دور کی معاشرتی سرامیوں پر [تغییرات اور واقعاتی نشیب و فراز کا گہرا مطالعہ و مشاہدہ کرتے ہیں اور ذاتی سطح پر ان سے گزرتے ہیں اور ان سے حاصل ہونے والے تجربات کو فنی بصیرت اور فکری لگاؤ کے ساتھ افسانوی اسلوب میں منتقل بھی کرتے ہیں۔ اردو افسانہ بیسویں صدی کی پیداوار ہے یہ قاعدہ صنف ادب کے طور پر مغرب کی پہلی اجم کی صورت میں بعد ازاں طبع زاد تخلیقات نے اس صنف کو رائج اور کیا۔ مختصر افسانے کا اطلاق اس کہانی پر کیا جاتا ہے جس میں مصنف خاص فنی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کسی ایک پہلو کو پیش کرتے ہیں۔ ابتدا میں اردو افسانے پر بحیثیت مجموعی تصویر کشی اور رومان کی فضا چھائی رہی بعد ازاں قلمبند تحریر کے غلبے نے اس کا رشتہ نہ کی سے جوڑ لیا۔ قلمبند تحریر سے وابستہ اردو افسانہ نگاروں میں اختر جمال بھی شامل ہیں۔ اختر جمال بھوپال کی انجمن قلم مصنفین کی شاخ سے وابستہ رہیں۔ طالع علمی کے دور سے ہی اس کی تحریروں میں افکار، اری، شمع، عظمت، لیل و نہار، ادب لطیف، آتش وغیرہ میں شائع ہوتی رہیں۔ اختر جمال نے لکھنے کا آغاز اس وقت کیا۔ # وڈاگ پور میں آٹھویں جماعت کی * قاعدہ طالبہ تھیں۔ اختر جمال اپنی پہلی کہانی کے متعلق لکھتی ہیں:

”پیاسی دھرتی پہلی کہانی تھی۔ یہ کہانی ویلکی دہلی کو بھیج دی۔ اس کے # پیر قدوس صہبائی تھے..... قدوس

صا # نے دوسری کہانی کی فرمائش کی۔ دوسری کہانی ”ہلاشیں“ ای۔ طزیہ خاکہ تھی۔ ان دو کہانیوں کی اشا ۶ کے بعد گھراؤ۔ ہر ۶ نے حوصلہ افزائی کی اور پھر ان دنوں بھڑپل سے ”افکار“ جاری ہوا۔ میں نے اس میں پبندی سے لکھنا شروع کر ڈی۔

اختر جمال کے افسانوں کو قالم M نے بہت سراہا۔ اختر جمال نے قالم M کی حوصلہ افزائی پ لکھنا شروع کیا۔ اُن کے افسانے اُس دور کے مقبول ادبی 490 مثلاً، ”عصمت“، ”شع“، ”مشہود“، ”افکار“، ”افشاں“، ”لیل و نہار“، ”ادب لطیف“، ”پا“، ”فنون“ اور ”۔۔۔۔۔ خیال“ میں شائع ہوئے۔ اختر جمال کے پ نچ افسانوی مجموعے شائع ہوئے ان میں ”اُن کے فکار اپنی“، ”زرد پتوں کا بن“، ”سمجھو ایکسپریس“، ”خلائی دور کی محبت“ اور ”چاہتوں کی رو کا لہو“ شامل ہیں۔ اختر جمال وفات۔ مسلسل افسانے لکھتی رہیں۔ مخدوش صحت اور گھر W مصروفیت کے۔ لکھنے میں تسلسل نہ رہا لیکن لکھنے کے سلسلہ حیات جاری رہا۔

اختر جمال کے افسانوں میں موضوعات کے انتخاب میں تنوع پتا ہے۔ اُن کا موضوع ای۔ فرد بھی ہے اور ای۔ پورا معاشرہ بھی۔ اختر جمال ای۔ حساس فن کا تھیں۔ اُنھوں نے اپنے افسانوں میں ۶ کی اُن پیچیدگیوں کو موضوع بنایا ہے جنہیں ہم غیر اہم سمجھ کر آ کر از کر دیتے ہیں۔ اُنھوں نے اپنے افسانوں میں خیالی د* بسانے کے بجائے محسوس اور ۶ حقیقتوں سے سروکار رکھا ہے۔ ان حقیقتوں کا ادراک اُنھوں نے اپنے عہد اور اپنے آ دو پیش سے لیا ہے۔ ان کے افسانے ”مٹھانیل“، ”پدا گھر“، ”ہجرت“ اور ”سمجھو ایکسپریس“ حقیقتوں کے ادراک میں لائیں ہیں۔

اختر جمال نے اپنے افسانوں میں کسی ای۔ طبقے کو پیش نہیں کیا۔ ان کے کرداروں کا تعلق ہر طبقے سے ہے۔ اُنھوں نے متول، متوسط اور نچلے طبقے کو افسانوں میں پیش کیا۔ لیکن اکثر ۶ ایسے افسانوں کی ہے جن میں متوسط طبقے کی روزمرہ ۶ کی کے مسائل موجود ہیں۔ متوسط طبقے کی ۶ کی تضادات کا شکار ہے۔ ای۔ طرف اقتصادی مسائل ہیں، بے کاری ہے، بے روزگاری ہے کہیں بچوں کی صورت میں آسودگی حاصل کرنے کی تمنا موجود ہے۔ اختر جمال اس طبقے کی مایہ ہیں اس کا اُنھوں نے قلم ۶ سے مشاہدہ کیا۔ اُنھوں نے اس طبقے کے مسائل، رہن سہن، عادات و خصائل، ۶، تہذیب، تمدن، ادب و ہنر، عقائد ۶، رسوم و رواج، منافقت اور معاشرتی ۶، ہمواری کو افسانوی ر۔ میں پیش کیا۔ اس نوع کے افسانوں میں ”÷ کا کھٹ“، اور ۶ ”بو“ شامل ہیں۔ افسانہ ”ہر روز کی کہانی“ میں افسانہ نگار نے غریب ۶ اور متوسط طبقے کے ان مسائل کو پیش کیا ہے جو انہیں روزمرہ ۶ کی میں پیش آتے ہیں۔ بس سناپ پ موسم کی شدت ۶ دا ۶ کرتے ہوئے اور بسوں میں دھکے کھاتے ہوئے افراد کی اذ ۶ کو بیان کرتے ہوئے مصنفہ نے صا # اقتدار اور مفلس طبقے کے مابین وسیع خلیج کا ذکر اس طرح کیا ہے:

”اس لمحے ان کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش! وہ لوگ جو عہد ۶ ار کھلاتے ہیں، ان لوگوں کے ساتھ ای۔ ہی گاڑی میں سوار ہو جا N اور ای۔ ہی ۶ سے ۶ لک جا N تنخوا ہیں۔ ۶ ہائی نہ جا N بل کہ کم کی جا N اس لیے کہ آ ۶ ای۔ ہی ۶ سے ۶ لک جا N تو ساری تلخی اور ۶ ختم ہو جائے۔ کلرک اور اس کا گنجا افسر ط ۶ علم اور استاد کی طرح ای۔ ۶ سے ۶ لک کر ہنس بول سکیں“۔

”.....اختر جمال..... کے افسانوں کا خصوصی موضوع متوسط گھرانوں کے روزمرہ زندگی سے عبارت ہے

ڈاکٹر انوار احمد ”اردو افسانہ ای - صدی کا قصہ“ میں رقم طراز ہیں:

”اختر جمال..... کے ہاں سماجی ادراک بھی موجود ہے اور ۵۰٪ آتِ اظہار بھی“۔

افسانہ ”1 مجھ کے آ2“ میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ بی طافیں چھوٹی طاقتوں کے مابین پھوٹ ڈلوا کر اپنا الوسیدھا کرتی ہیں۔ وہ انھیں بی چالاکی کے ساتھ آپس میں لڑوا کر اپنے مقاصد حاصل کرتی ہیں اور پھر منصف بن کر ان کی قسمت کا فیصلہ بھی خود کرتے ہیں۔

اختر جمال نے افسانہ ”مہمانِ خصوصی“ میں اس معاشرتی الیے کی جانے اشارہ کیا ہے کہ تقریبات میں عموماً صا # اقتدار طبقے کے کسی فرد کو مہمانِ خصوصی بنایا جاتا ہے۔ چاہے اس کی قابلیت صفر ہو۔ اس افسانے میں مقتدر طبقے کی ذہنیت اور طور پر H کو طر کا نہ بنایا۔ H ہے۔ اختر جمال نے نہایت ہنرمندی سے اپنے افسانوی مجموعے ’اے ن نگار اپنی‘ اور ’زرد پتوں کا بن‘ میں مقتدر طبقے کی ذہنیت کی قلعی کھول دی ہے۔

اختر جمال کو! چہ افسانہ نگاری سے خصوصی شغف ہے ان کا پندرہ موضوع ”عورت“ ہے خصوصاً پاکستانی عورت جو اپنے گھر، کنبے اور ملک میں رہ کر فکری کا تجربہ کرتی ہے اور بعض اوقات اُسے آواز، وجود کی پہلے اپنے گھر اور ملک سے ہر رہ کر بھی فکری کا تجربہ کرنا پڑتا ہے یہ عورت اپنی ذات کے تحفظ کی۔۔۔ وہ میں مصروف ہے۔ افسانہ نگار نے عورت کے مختلف روپ پیش کیے ہیں۔ وہ ہر طبقے کی عورت سے ہمدردی کے ساتھ ہیں۔ وہ کسی بھی صورت میں اسے مظلوم رہنے دیتے ہیں۔ جیسے کہ مشورہ نہیں دیتیں بل کہ وہ سر پر احتجاج بن جانے کی نصیحت کرتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں جنس سے محروم، آسودہ بویوں کی حامل خواتین اپنی تشنگی اور پیمانہ خیزی کا اظہار مختلف طریقوں میں کرتی ہیں۔ عورت کے مسائل و معاشات کے حوالے سے لکھے گئے افسانوں میں ”محبت اور نفرت“، ”جہنم“، ”کافہ بیابانی“، ”دیس“، ”ڈولی“، ”کاکریت“، ”خوب کہاں“ اور ”سندریلا“ شامل ہیں۔

اختر جمال معاشرے کی اس منافقانہ روش کا بھدہ چاک کرتی ہیں جس کی وجہ سے عورت داشتہ اور طواف مخم ہے۔ معاشرے میں ایسی عورت کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں لیکن جسم فروشی کرنے والی اعلیٰ طبقے کی خواتین کوئی انگلی اٹھاتا۔ ا۔ کردار کی بے کھلواتی ہیں:

”آ میں گم۔ م رہ کر گدھوں سے اپنی بوٹیاں نچواتی تو وہ میرے دور دراز وجود کو اتنا پسند نہ سمجھتا۔ میں

ان اچھے گھرانے کی عیاش لڑکیوں کو جا، ہوں جو رات کی ریکی میں H کرتی ہیں اور دھوم دھام سے بیاہ

دی جاتی ہیں اور وہ عیاش، امیر عورتیں جو بھولے بھالے نوجوانوں کو پھانسی ہیں، 1 وہ & عورتیں خفیہ

کارڈ بر کرتی ہیں اس لیے وہ آپ کی تہذیب کے روشن ستارے ہیں۔“

شادی، شوہر اور گھر۔ یہ وہ مثلث ہے جس میں عورت کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ شادی شوہر کے روپ میں ایہ مرد کے ساتھ زندگی

آرنے کا مذہبی اور معاشرتی اجازت نہ ہے۔ # کہ گھر، محبت، سکون اور تحفظ کا گہوارہ ہے۔ شادی کے بعد لڑکی کا خاں کے گھر # دھڑکھڑکا محض مکانی نہیں بل کہ ایہ * سے دوسری دنیا میں پوچھنے والے کا عمل ہے۔ اس لیے عورت کی زندگی میں شادی، شوہر اور بچے جنسی، *تی اور سماجی لحاظ سے خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ اختر جمال نے عورت کی شخصیت، نفسیات اور مزاج کی مختلف جہتیں بھی اُجاا کیں مثلاً:

”میں کام سے نہیں تھکتی میں تو اس بوجھ سے تھک گئی ہوں جو میرے جسم اور روح پہ سال ہا سال سے مسلط ہے یہ لفظوں کا بوجھ ہے۔ خیالات جو لفظ بن کر مجھ سے آتے ہیں۔ لفظ بن کر ڈھکے مارتے ہیں۔ لفظ بن کر زہر گھولتے ہیں۔“

اس تناظر میں اختر جمال کے افسانوں کا مطالعہ کیا جائے تو احساس ہے کہ ماہر افسانہ نگار نے عورت کی ذات، وجود اور شخصیت کے ساتھ ہی کسی پہلو سے صرفہ کیا ہو۔ آچہ معاشرتی زندگی میں K ن کے تمام *تی تقاضوں کی تسکین ممکن نہیں ہے۔ حال کوئی ایسا آہم نہ گی وضع نہیں کیا۔ دی محرومی کے احساس کو ختم کر سکے۔ K نی ذات کے آسودہ پہلوؤں کی تسکین کر سکے۔ رومان K نی زندگی کی حقیقت ہے اسے نہ گی سے علاحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اختر جمال بعض اوقات محض ”تصور“ کیے ہوئے، بیٹھ رہنا پسند کرتی ہیں لیکن # آ دو پیشہ ڈالتی ہیں تو تلخ حقائق کی سنگینیاں انھیں جکڑ لیتی ہیں لیکن ان کے بعض افسانے رومانی طرز احساس کے آئینہ دار ہیں ان میں ”سجدہ سنگ“، ”تختہ“، ”زرد پھول“، ”جنھیں تصور آتی ہے“ اور ”پس دیوار“ وغیرہ شامل ہیں ان افسانوں میں رومان زندگی کی ایہ ہی حقیقت کے طور پہ موجود ہے۔ ان افسانوں میں کہیں رومانی طرز احساس ہے۔ کہیں محبت کے ساتھ ازلی و باطنی کامی وابستہ ہے، کہیں معاشرتی رسم و رواج، معاشرتی تعصبات اور طبقاتی امتیازات محبت کی کامی کا W I ہیں کہیں پورا معاشرہ ایہی دیوار کھڑی کر دیتا ہے جس کے پیچھے رومانی زندگی بہ دب جاتا ہے۔ کہیں حالات کا پیچیدہ سلسلہ اس کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ سجدہ سنگ کی رؤفہ کا شوہر اپنی محبوبہ سے اس لیے شادی نہیں کرتا کہ ان دونوں کے درمیان مذہب کی دیوار حائل تھی۔ وہ اپنی روشن خیالی و *تی پسندی اور بغاوت کے وجود اپنے *تے اس دیوار کو پھلانگنے کی ہمت پیدا نہ کر سکا۔ ”جنھیں تصور آتی ہے“ کا موضوع خالص رومانی ہے۔ ”پس دیوار“ میں ایہی ہندو لڑکی اور مسلمان لڑکے کے عشق کی داستان بیان کی گئی ہے۔ اختر جمال نے اسے محض عشقیہ کہانی کے طور پہ پیش نہیں کیا بل کہ ایہی *تے ایسے کی صورت میں پیش کیا ہے۔

اختر جمال کے رومانی کرداروں کے ہاں *تے لعموم پچھتاوے کا تجربہ ملتا ہے۔ افسانہ ”تختہ“ کی منوایہ شادی شدہ عورت ہے جو خوش گوار ازدواجی زندگی بسر کر رہی ہے لیکن وہ چودہ سال قبل اپنی سال آہی ملنے والے اس کلیوں کے ہار کو فراموش نہیں کر سکی جو اس کی سہیلی کے بھائی خالد نے اسے دیے تھے۔ اور جس کی شادی کی پیش کش کو منونے سختی سے رد کر ڈیا تھا۔ خالد کے دیے ہوئے پھولوں کے ہار سے اس کا ایہی ایسا بے ہنسک ہے جواب بھی نہ ہے۔ ایہی آسودگی محسوس کر کے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

”وہ خشک سبب جو اس نے لاب میں N دی تھیں۔ آج بھی *تے زہ ہیں اور شاید اس کے تصور میں ہمیشہ *تے رہیں گی۔“

اختر جمال کو قوت مشاہدہ ۶۵% نیات نگاری میں کمال حاصل ہے۔ افسانہ ”زرد پھول“ میں خالہ بی اور چچا کی خاموش محبت دکھائی ہے۔ خالہ بی کی شادی ا۔ ایسے زمیندار سے ہو جاتی ہے جو مجلسی ۴۴ گی کا شوقین ہے۔ شمع محفل سے روشنی حاصل کرتا ہے ۶۵% غ خانہ کی روشنی سے بے * ز ہے۔ چھوٹے چچا عمر بھر کنوارے رہتے ہیں وہ خالہ بی کے لیے شہید : بہ محبت ۹ میں دفن کیے بظاہر اطمینان سے ۴۴ گی بسر کرتے ہیں۔ اس افسانے میں اختر جمال نے خالہ بی کے کردار کو نہایت مہارت اور محنت سے * اشاہے انھوں نے خاموش محبت میں * : M کو غا) نہیں آنے *۔ خالہ بی کے داخلی کرب، ضبط اور جمال کی عکاسی فن کاری سے کی ہے۔ اس افسانے کے متعلق : احمد لکھتے ہیں:

”خالہ بی کے داخلی کرب و ضبط اور جسمانی حسن کی تصویر اختر جمال نے نہایت فن کارانہ غلوں کے ساتھ پیش کی ہے۔ اس میں ٹھہراؤ ہے، اعتدال ہے، غیر جانبداری ہے، واقعات کی پلچل اور ضمنی کرداروں کے کلمات و حرکات کے سیاق و سباق میں خالہ بی کی تصویر ساکن کر دی گئی ہے۔ کہ قاری اس کے تمام پہلوؤں سے حظ اٹھاسکے۔“ ۸

اختر جمال کے افسانوی کردار جوش و : بے سے لبریز ہیں وہ ۴۴ گی میں ا۔ مقصد ۲ ہیں مثلاً افسانہ ”مرغابی، بطخ اور عورت“ کے مرکزی کردار لیزی کے متعلق افسانہ نگار لکھتے ہیں:

”وہ سائنس پڑھنا چاہتی تھی اور کسی دن خلائی جہاز میں بیٹھ کر ستاروں کو چھونے کی آرزو تھی۔“ ۹

قیام پاکستان کے وقت اختر جمال کی عمر سترہ س تھی۔ لہذا انھوں نے، صغیر * پک و ہند کی : و جہد آزادی میں شعوری طور پر حصہ لیا۔ انھوں نے تقسیم ہند آزادی وطن کے موضوع پر کامیاب اور * انگیز افسانے تحریر کیے۔ ان کے دوسرے افسانوی مجموعے ”زرد پتوں کا بن“ میں سماجی اور سیاسی حالات و واقعات کی عکاسی کے ساتھ ساتھ ۴۴ اعظم اور محترمہ فاطمہ جناح کا ۴۴ کرہ بھی ملتا ہے۔ آ چہ صغیر * پک و ہند کی تقسیم کے نتیجے میں ہونے والی ہجرت ا۔ تجربہ نہ تھی بل کہ یہ اپنے دامن میں ان گنت صدمے، کرب اور * دیں بھی لائی تھیں۔ یہ ہجرت مال و اسباب اور درو دیوار چھوڑنے کا المیہ بھی اپنے ۴۴ رر * تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت کے * واضح طور پر ان کی تحریروں میں ملتے ہیں۔ یہی ہجرت اختر جمال کے افسانوں کا موضوع بھی ہے۔ ان کے افسانوی کردار * پاکستان سے لگاؤ کے : وجود اپنے ماضی اور اس سے وابستہ تہذیب و نسلی رشتوں کے لیے بے قرار دکھائی دیتے ہیں۔ انھوں نے منقسم ۴۴ ان، منقسم محبتوں اور منقسم قدروں کے لیے کو پیش کیا۔ مثلاً ا۔ ماں کہتی ہے:

”! : # یہ آگے کی زمین کسی کی بھی نہیں ہے تو میں وہاں جا کر اپنے لال کو کیچے سے کیوں نہیں لگا سکتی۔ میرے کیچے میں ہوک اٹھ رہی ہے میں قیامت کے دن * کروں گی۔“ ۱۰

اختر جمال نے چند افسانے بھارت میں مقیم مسلمانوں کی : حالی پر بھی لکھے ہیں۔ جہاں تقسیم کی وجہ سے ۴۴ انوں کے \$ جانے سے * : آ سوگی اور کرب پیدا ہوا۔ اختر جمال نے مسلمانوں کی اقتصادی پستی پر توجہ دی۔ اس نوع کے افسانوں میں ”ا۔ ن نگار اپنی“ اور ”مٹھ بیل“ قابل ذکر ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد واقعات کی شکستگی نے جو منظر پیدا کیا اس کا منہ بولتا ثبوت ”مسر * کستان“ ہے

یہ کردار بیماری، افلاس اور انتہائی درختوں کی حالات میں بھی پُر امید ہے۔ B ستمبر 1965ء کی ”گشت“ ”صوبے خاں“ اور ”تلخی مئے م“ میں سنائی دیتی ہے۔ ”صوبے خاں“ ایہ عام K ن ہے جو وطن کے لیے B آزما ہونے کو تیار ہے وہ دلیپ بمباری کرنے سے روکتا ہے کیوں کہ وہاں لال قلعہ ہے، جامع مسجد ہے۔ یہ کردار وسیع R [دوپہ محیط ہے۔ ”پانی 90“ میں ”بھارتی پٹلٹ کارڈ عمل ہے جو اپنے وطن سے اڑ کر جنم بھوی پ بمباری کرنے چاہے لیکن لاشعور میں احساس 90 م ہے وہ اس کی موت کا بہانہ بن چاہے ہے وہ پٹلٹ جان دے کر اپنے فعل کا کفارہ ادا کرتا ہے۔ ”تلخی مئے م“ میں سدا بہار بیگمات کی بے مصرف اور بے معنی تھ گی کی تصویکشی کی گئی ہے۔ اختر جمال نے سا 90 شرقی پ کستان کی دل آ فگی بہترین کہا * ن لکھیں۔ اختر جمال نے سقوط ڈھاکہ کے لیے کوشدت سے محسوس کیا اور تخلیقی سطح اس کا اظہار بھی کیا۔ اختر جمال کے اولین افسانوی مجموعہ ”اے ن فگار اپنی“ کے پیش از فسانے سقوط ڈھاکہ کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ مسلسل جلا وطنی ان افراد کا مقدر بنی جنہوں نے تقسیم ہند کے وقت وطن تک کیا۔ مسلسل جلا وطنی کا یہی عذاب بہت سی الجھنوں کا بل بنا۔ فرد کا اپنی ذات پر اعتبار ختم ہا اور ان کے ہاں ایہ خاص نوعیت کی مغالطہ نے جنم لیا۔ یہ مغالطہ فرد کے ماحول کے متعلق بھی تھی اور خود اپنی ذات کے متعلق بھی تھی۔ یہی مغالطہ فرد کو ازلی و بی جلا وطنی سے دوچار کرتی ہے۔ یہ جلا وطنی ذہنی، جسمانی اور * تھی جس میں * بڑے 90 نے اور کسی بھی زمین پر اپنے قدم نہ جما h کا دکھ گہرا ہوا * چاہے جس نے فرد کو اپنی آ وں میں اجنبی بنا ڈیا اور جس میں فرد کی شخصیت کی ٹوٹ پھوٹا یں تھی۔ ”دوسری ہجرت“ سقوط مشرقی پ کستان کے موضوع پر لکھا ایسا افسانہ ہے جس میں ذات کے آشوب کو موضوع بنا یا H ہے۔ روینہ الماس ”اردو افسانے میں جلا وطنی کا اظہار“ میں رقم طراز ہیں:

”پانے زخموں کا از سر نو زہ ہو چکا کچھ عجب نہ تھا جس کرب سے یہ خفا ان پہلے گزرا تھا اس سے ایہ *۔ ب پھر گزرا۔ اس کے لیے محال تھا 1 ہوئی کو کوئی ل سکتا ہے۔ 90 اور بے خبر رہنا ان کا مقدر بن گیا تھا۔ اس احساس نے اس خفا ان کو ڈنڈا i بی طوبہ مضحل کر ڈیا جو تہذ R جلا وطنی کی صورت میں 1/4 پڑا۔

ہوا۔“

اختر جمال کے افسانوں میں ان کی آپ بچہ کی . ہاں بھی آ آتی ہیں۔ مثلاً ”سجدہ سنگ“ کی روفہ کے کردار کی تشکیل میں خود اختر جمال نے اپنی تھ گی سے خام مواد لیا ہے۔ چنانچہ روفہ کی ادبی اور سیاسی سرائیوں سے خود اختر جمال کے زمانہ طالع علمی کی بھرپور اور متحرک تھ گی کی جھلک آ آتی ہے۔ اپنے افسانہ ”مہنگر“ میں لکھتی ہیں:

”میراجی چاہ رہا ہے کہ آپ کو اماں بی کی کہانی سناؤں! 1 نہ جانے ہر کہانی کی/ کی لکھنے والی کی اپنی ذات سے کیوں جاملتی ہے؟“

اختر جمال کے افسانوں میں مختلف طبقات کی خصوصیات اور ان کے تضادات کا گہرا مشاہدہ ملتا ہے وہ ہر طبقہ کے افراد کی تصویکشی کرتی ہیں۔ مثلاً گلدانی اور تیسرے س کے افسانوں کے پلاٹ نچلے طبقے کے کرداروں کے آ د آ د کرتے ہیں۔ ”مٹھابیل“، ”ورا“، ”اے ن فگار اپنی“ متوسط طبقہ کے جھوٹے وقار اور کھوکھلی عزت کو پیش کرتے ہیں۔ # کہ ”تلخی مئے م“، ”چیر کے در“، ”ج کا *۔ دشاہ“ اعلیٰ طبقہ کے مشاغل تھ گی اور ان کے مصنوعی چہروں کو بے قہار کرتے ہیں۔ اختر جمال کے بعض کردار قار M کے دل و دماغ

ان مٹ ۷ شثبت کرتے ہیں جیسے میجر ڈی سوزا کا کردار جس نے ۴ کی کوایہ - سنجیدہ ڈراما سمجھا۔ اس نے بیوی بن کر فوجی شوہر کا انتظار کیا۔
 ۸، ۹ بن کر معذور شوہر کی: مت کی۔ ماں بن کر فوجی کوہ ۱۰ وال ۱۱ ہاتی رہی اور اپنے جوان فوجی ۱۲ کی موت کا دکھ ۱۳ دا ۱۴ کرنے کے بعد
 ہر زخمی فوجی کو اپنی ۱۵ سمجھتی رہی اور دکھی ۱۶ کی: مت کر کے سکون حاصل کرتی رہی لیکن ۱۷ اسے عورت سمجھ کر اس کا مذاق ۱۸ یا ۱۹ تو
 اس کی ۲۰ کی ۲۱ کے ۲۲ رو پوڈ کھر گئے۔ اختر جمال کے بعض کردار اعلیٰ کی ۲۳ نی صفات کے حامل کردار نہیں ہوتے لیکن اپنے تنوع اور ۲۴ کی کے
 * ۲۵ درجے میں مثلاً ”مٹھانیل“ میں عزیز: کا کردار ”تیس۔س“ میں ماما رحمت کا کردار اور ”گلدانی“ میں گلدانی کا کردار۔ یہ کردار ۲۶ کی
 آمیز ہے۔ اس کردار کی دل چسپی دراصل اس کی ۲۷ کی میں پوشیدہ ہے۔

اختر جمال کے افسانوں میں فکر و بصیرت اور سماجی آگہی کا عنصر ۲۸ وقار ۲۹ از میں جلوہ ۳۰ دکھائی دیتا ہے۔ ان کے شائستہ ادبی ذوق اور
 تخلیقی قوت نے ان کے افسانوں میں ۳۱ پیدا کر دی ہے۔ یہ ۳۲ اختر جمال کے فکری بلندی ۳۳ وازی، گہرے مشاہدے، ردائیت
 کے پختہ شعور، مطالعے کی وسعت اور ۳۴ کی دوستی کے ۳۵ بے سے تعلق ۳۶ ہے۔ اختر جمال نے اپنے فن کے لیے خام مواد معاشرے سے
 جمع کیا اور اپنے ۳۷ دو پیش کے استحصال، ظلم و جبر، بے ہنگم واقعات اور معاشرے میں موجود بے اعتدالیوں کو شدت سے محسوس کیا انھوں نے
 روزمرہ ۳۸ کی کے معمولی واقعات اور بظاہر غیر اہم امور کو فن کا رانہ ۳۹ از میں صفحہ قرطاس ۴۰ بکھیرا کہ قاری جو ۴۱ اٹھتا ہے وہ اپنے مدعا کو
 بلخ ۴۲ اور دل چسپ ۴۳ از میں پیش کرنے کی مہارت ۴۴ ہیں۔

اختر جمال ۴۵ غا ۴۶، حالی اور فیض کی شاعری سے بہت متاثر تھیں۔ انھوں نے ان شعرا کے اشعار کا محل استعمال کیا ہے۔ علاوہ ازیں
 اپنے اکثر افسانوں اور افسانوی مجموعوں کے ۴۷ م غا ۴۸، فیض اور حالی کی ۴۹ اکیسپ رکھے ہیں مثلاً ”۱۰“ ۱۱ فگار اپنی“، ”آہ کچا پیے اک
 عمر.....“، ”پندار کا صنم کدہ“، ”خوب“ کہاں“، ”کاغذی ہے پیرہن“، ”نقش ۱۲ دی ہے“ اور ”صدمہ۔ جنش ۱۳“ وغیرہ وغیرہ۔ کبھی
 کبھار وہ اپنے افسانوں میں محولہ ۱۴ لا شعرا کے اشعار ۱۵ شعر کا ۱۶۔ مجھ ۱۷ شعر سے چند الفاظ مستعار لے لیتی ہیں اور بعض اوقات وہ اشعار کو
 پھیلا کر اپنی ساری عبارت میں اس طرح استعمال کرتی ہیں کہ عبارت میں رنگینی، دلآویزی اور قوس قزح کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اختر جمال نے اپنے افسانوں میں ۱۸ د کے عمومی ۱۹ Z ط کو پیش کیا ہے اس میں ۲۰ خصوص تیسری د* میں رہنے والوں کو ان افسانوں
 میں پیش کیا ہے جو ۲۱ سوں سے استحصال کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اختر جمال نے ان افسانوں میں معاشرتی تنوع کو پیش کیا ہے علاوہ ازیں
 وہ ۲۲ کستان، بھارت، کینیڈا اور امریکہ کے رسوم و رواج، رہن سہن اور معاشرت کو بھی جامعیت کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔ افسانہ نگار نے
 ”امن کی تختی“ میں امریکہ کی ۲۳ کے ۲۴ ان اور محروم افراد کا کرب بھی ۲۵۔ جملے میں سمیٹ ڈیا ہے۔ مثلاً ۲۶۔ کردار کہتا ہے:

”ہمارے ہاں ۲۷ اریکٹ ۲۸ ہیں، جن میں خوب صورت اور مزید ۲۹ اریکٹ ۳۰ ہیں، لیکن ماں کے ہاتھ کی

روٹی وہاں نہیں ملتی“۔ ۳۱

اختر جمال ۳۲۔ حقیقت پسند افسانہ نگار تھیں۔ ان کی حقیقت پسندی کا تعلق ۳۳ قی پسند تحریر ۳۴ سے تھا۔ انھوں نے مارکس، لینن اور ۳۵
 انقلاب پسند مفکرین کا مطالعہ کیا۔ انہی کے خیالات کے ۳۶ زنگشت اختر جمال کے افسانوں میں آ ۳۷ آتی ہے۔ اختر جمال کے شوہر احسن علی
 خاں بھی انقلابی شاعر تھے۔ علاوہ ازیں اختر جمال کے اسرار الحق مجاز، جاں ۳۸ راختر، عصمت چغتائی، کرشن چندر، ممتاز شیریں اور صنیہ اختر

سے بھی گہرے مراسم تھے۔ ان کے تعلقات کے لہجہ شخصیت سے متاثر ہونے اور ترقی پسند تحریک سے گہری وابستگی ان کی تحریروں میں منعکس ہوتی ہے۔ ایم سلطانیہ بخش اختر جمال کے فن کو اس * از سے سراہتی ہیں۔ لکھتی ہیں:

”اختر جمال کے فن میں سادگی، قدرتی پن اور خوب صورتی ہے۔ وہ کہانی اس آسانی اور بے تکلفی سے لکھتی ہیں جیسے کوئی تیس کلمہ ہو۔ ان کے افسانوں میں M K سے محبت کرنے والا دل دھڑکتا ہے۔ جس میں کسی کے لیے ت نہیں“ ۱۲

بچپن میں گھر کے ادبی و علمی ماحول، والد کی شفقت اور محولہ لاشخصیات کے توسط سے ہی اختر جمال کے فن نے جڑ پکڑ لی۔ اختر جمال کے افسانوں میں وقار، معنوی، ہمہ گیری کے اعتبار سے ڈاکٹر محمد نعمان لکھتے ہیں:

”اختر جمال کے افسانوں میں * زگی، تنوع، شعور کی پختگی، سماجی معنوی اور احساس کی شدت کا فرما آتی ہے۔ فنی اعتبار سے بھی ان کے افسانے معیاری ہیں اور بن و بیان کے اعتبار سے بھی“ ۱۵

اپنے دور کی تلخ حقیقتوں کی تجمانی کرتے ہوئے اختر جمال کے (۱) ولجہ میں غم، غصہ، اشتعال اور احتجاج بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس نوع کے افسانوں میں ”وہ جو شریک سفر تھے“، ”1 مجھ کے آ 2“، ”زرد پتوں کا پن“، اور ”خوف کی نگری“ شامل ہیں۔ افسانہ ”خوف کی نگری“ میں مصنفہ اپنے ظالم و جبار حکام کو جو تکلیں کہتی ہیں، جو عوام کا خون پی پی کر مست ہو گئی ہیں۔ ان حکام کی بے ضمیری، طنز کا اظہار کرتی ہیں۔ وہ ان اعلیٰ مرا * لوگوں کو دیویدیکل، کبھی کالا دیو کہتی ہیں۔ اختر جمال بعض اوقات انتھابی سوچ میں اتنا بہہ جاتی ہیں کہ ان کے افسانے وعظ کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً:

”خود * K ن سمندر کا کالا قانون بھی نہ سمجھ پڑے۔ اس لیے کہ آنکھوں، کانوں اور دلوں پہ اتنے دے پڑ گئے تھے کہ قلم اور کتاب کا نور انھیں دکھائی ہی نہ دے۔ اور انھوں نے اپنی * گی کے تمام اصول، سوسائٹی کے تمام قاعدے، حکومت کے تمام دستور اسی اصول پر م * کیے۔ ریخ K نی میں۔ بے دیویدیکل، 1 مجھ پیدا ہوئے۔ ہلاکو، چنگیز * در، ٹٹرا اور موسولینی اور K نی 1 مجھ کی * روئے زمین پہ پھیل گئی“ ۱۶

اختر جمال ترقی پسند نقطہ آ کی حامل افسانہ نگار تھیں۔ ان کے افسانوں میں معاشرتی حقائق کا بیان ملتا ہے۔ انھوں نے عصری آگہی سے بھرپور فضا تخلیق کی۔ ان کے افسانوں میں غریب، منافقت، معاشرتی سیاسی اور معاشی استحصال کے شکار افراد کی حاکم زار کو پیش کیا۔ H ہے۔ اختر جمال کے افسانوں میں ہلکی ہلکی تپش موجود ہے۔ کہیں معاشرے کی * ہمواریوں کی حقیقی تپ موجود ہے، کہیں سیاسی سوچ بوجھ کی فرز * آ آتی ہے اور کہیں پُر خلوص * بت کا اظہار دکھائی دیتا ہے اور کہیں افسانہ نگار کا سوچ آفاقیت کا روپ دھار * ہے۔ اختر جمال نے معاشرتی * گی کے مسائل کے پس پردہ کام کرنے والی طاقتوں کو بھرپور * از سے بے * ب کیا۔ ان کا کمال قلم حقائق کو منظر عام پہ * ہے۔ انھوں نے ای - سچے فن کار کی طرح معاشرے میں مروج منافقانہ رویوں کو بے * ب کیا اور وہی کچھ لکھا جو انھوں نے آ دو پیش دیکھا جو ان کی ذات میں f ع ہوا۔

اختر جمال ترقی پسند انداز * ت و خیالات سے متاثر تھیں ان کے افسانوں میں ہنگامی جوش و * بہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ اپنے * ت

کی تسلی کرتے ہوئے بعض اوقات مقصد کا غلبہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ اور افسانوں میں غیر ضروری تفصیلات سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ وہ اپنے کرداروں کے ذریعے اکثر و بیشتر اخلاقی درس بھی دیتی ہیں مثلاً یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات ان کے افسانے قارئین کے لیے بے زاری کا بھی باعث ہیں۔

اختر جمال معاشرے میں مساوات اور ادا کی تمنائی ہیں لیکن # معاشرے میں امن اور بے ادبی کی تمنائی نہیں تو ظلم کے خلاف سچا اور سامراجی قوتوں کی مخالفت بھی کرتی ہیں۔ وہ اپنے افسانوی کرداروں کے ذریعے طنز کے نشتر چھوتی ہیں اور بے رحمی از میں زخموں کو کھینچتی بھی ہیں۔ یہ پُر لطف اور خواب آور وادیوں میں گم ہونے کے بجائے معاشرتی آئینہ کی ازسرنو تشکیل کی شہید خواہش ہیں۔ یہ ظلم کے ایوانوں کو تہس : کر کے ایسی نگاہ کی خواہش ہیں جہاں امن، محبت اور مثبت رویوں کا راج ہو۔ اختر جمال نے بے ادبی کے مسائل و معاسات کو اپنے فن میں جگہ دی اور ای۔ مثبت اور تعمیری زاویہ پیش کیا۔ لیکن انھوں نے کہانی پن کو زیادہ اہمیت دی۔ انھوں نے حقیقت کو تمام سفاکیوں کے ساتھ پیش کیا۔ اختر جمال کے فن کے متعلق ڈاکٹر انوار احمد رقم طراز ہیں:

”..... اختر جمال ان بہت سے قاریوں کے مقابلے میں # قدم اور ایمان داؤد ہوئی ہیں،

جنھوں نے سرکاری 5 زمیں، ام و اکرام پر کمر بستہ و تہذیب کے عوض ”اپنی قاریوں“ کو دی رکھنا

” [جبر کا ای۔ کرشمہ]۔“

اختر جمال نے اپنے افسانوں کے لیے خام مواد دو پیش سے لیا اور اسے نہایت فن کارانہ خلوص کے ساتھ مختصر افسانوں کی صورت میں پیش کر دیا۔ ان کے ابتدائی افسانوں میں رومیا اور حقیقت کا گہرا امتزاج ملتا ہے۔ ان کے افسانوی ادب کا دی موضوع معاشرے کی خارجی، ان کی داخلی نیکی کی آمیزش ہے۔ ان کا مثبت رویہ معاشرے کے مسائل کو صحت مندانہ از میں پیش کرتا ہے۔

”اختر جمال..... کے لیے میں رجائیت ہے۔ مستقبل پر بھروسے کا اظہار ملتا ہے۔ آمر، غریب، افلاس،

بیماری اور ریکی کے پس منظر میں اسے روشنی کی کرن بھی آتی ہے۔“

اختر جمال کی افسانوی تحریکیں اپنا خاص رنگ ہیں۔ ان کے افسانوں میں 90 فیصد نگیاری اور تفصیل پسندی کا رجحان غائب ہے لیکن پھر بھی اختر جمال کی تحریکیں قارئین کی دل چسپی اور توجہ مبذول کروانے میں کامیاب رہتی ہیں۔ ان کے اپنے قارئین کو ہر پہلو کی تعلیم دیتی ہیں۔ اور نگاہ کی تمام صعوبتوں سے وجود سے ہنسی خوشی سے آواز دے سکتی ہیں۔ یہ تسخیر غم والہ اور بلند پروازی اختر جمال کے قلم کی جولانی، بلند فکر و تخیل اور خلاق ذہن کی فن کارانہ صلاحیتوں کا کمال ہے جس نے اردو ادب کو اپنی تخلیقات سے روشناس کر دیا۔ جس میں قوت، رعنائی، جوش، بہادری اور قوس قزح کی رنگ آمیزی آتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس روشن اسلوب کی حامل فن کار کو سمجھا جائے اور ان سے اکتساب فیض کی کوشش کی جائے۔

حواشی

- ۱:- اختر جمال، ”اُن کے نگار پئی“، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۷۱ء، صفحہ ص۔
- ۲:- ایضاً، ص ۳۲۷۔
- ۳:- مرزا حامد بیگ، ”اردو افسانے کی روایت“، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، ۱۹۹۱ء، صفحہ ۱۰۹۱۔
- ۵:- ڈاکٹر انوار احمد، ”اردو افسانہ ای - صدی کا قصہ“، المثل پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۰ء، صفحہ ۱۸۶۔
- ۶:- اختر جمال، ”سمجھو ایکپیر لیں“، مقبول اکیڈمی لاہور، سن، صفحہ ۱۴۱۔
- ۷:- ایضاً، صفحہ ۱۴۵۔
- ۸:- اختر جمال، ”اُن کے نگار پئی“، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۲۳۶۔
- ۹:- ڈاکٹر احمد، ”اختر جمال کے افسانے“، مشمولہ ”ش“، افسانہ نمبر، شمارہ ۱۱۹، ستمبر ۱۹۷۷ء، صفحہ ۴۰۹۔
- ۱۰:- اختر جمال، ”چٹا روں کا لہور“، شہر زاد، لاہور، سن، صفحہ ۵۴۔
- ۱۱:- ڈاکٹر روبینہ الماس، ”اردو افسانے میں جلاوطنی کا اظہار“، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، صفحہ ۱۲۹۔
- ۱۲:- اختر جمال، ”چٹا روں کا لہور“، شہر زاد، لاہور، صفحہ ۱۶۔
- ۱۳:- اختر جمال، ”اُن کے نگار پئی“، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۱۔
- ۱۴:- ڈاکٹر ایم سلطانی بخش، ”پاکستانی اہل قلم خواتین“، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۳ء، صفحہ ۱۹۹۔
- ۱۵:- ڈاکٹر محمد نعمان، ”بھٹو پل میں اردو، انضمام کے بعد“، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، صفحہ ۱۷۱۔
- ۱۶:- اختر جمال، ”زرد چٹوں کا بن“، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۹ء، صفحہ ۷۱۔
- ۱۷:- ڈاکٹر انوار احمد، ”اردو افسانہ ای - صدی کا قصہ“، صفحہ
- ۱۸:- ڈاکٹر احمد، ”اختر جمال کے افسانے“، صفحہ ۴۲۲۔